نماز وروزہ مسافر

آیت اللہ ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ السلام علیٰ خاتم النبیین وافضل الخلق اجمعین

محمد وآلہ الطاھرین المعصومین المکرمین والسلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصالحین

عام طور پر شیعہ مجتہدین کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر آپ کسی ایسے سفر پر جائیں جس میں آنے جانے کا کل فاصلہ 44 کلومیٹر یا اس سے زیادہ ہو، سفر میں کسی قسم کا خوف اور خطرہ نہ ہو، کسی قسم کی مشکل اور پریشانی نہ ہو، آپ کا سفر مکمل طور پر پرامن، محفوظ اور انتہائی آرام دہ ہو، چاہے آپ تفریح اور پکنک کے لیے سفر کر رہے ہوں، تو آپ کی چار رکعتی نماز قصر ہو جائے گی اور روزہ بھی افطار ہو جائے گا۔ اس رسالہ میں ہم اس مسئلہ کو ایک دوسرے انداز سے زیر بحث لائیں گے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم اس مسئلہ پر گفتگو کا آغاز کریں چند باتوں کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے:

1۔ اس تحریر کی بنیاد استاد محترم فقیہ وعارف قرآنی آیت اللہ العظمیٰ ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی رضوان اللہ علیہ کا رسالہ ''نماز وروزہ مسافران'' ہے۔ یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے اور کافی حد تک سلیس اور آسان ہونے کے باوجود پاکستان کے عوام کی علمی اور فکری سطح سے کافی بلند ہے۔ اس کا محض اردو میں ترجمہ کر دیا جاتا تو بہت سے لوگوں کے لیے اس کا سمجھنا خاصا مشکل اور دشوار ہوتا۔ لہٰذا اس کا ترجمہ کرنے کی بجائے اسے پاکستانی قارئین کی ذہنی سطح کو مدنظر رکھ کر اردو میں نئے سرے سے تحریر کیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ استاد محترم کے رسالہ کا ترجمہ نہیں بلکہ ان کے رسالہ کی روشنی میں ایک مستقل رسالہ ہے۔

2۔ سب اسلامی مذاہب میں شیعہ مذہب کو یہ امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ اس میں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجتہد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں آزادانہ تحقیق کرے۔ تحقیق کے بعد وہ جس نتیجہ پر پہنچے وہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان حجت ہے

اور اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی اجتہادی تحقیق کے مطابق عمل کرے اور اسی کے مطابق فتویٰ دے۔ اسے یہ اجازت نہیں ہے کہ اپنی تحقیق کو ایک طرف رکھ کر اس بات کی تقلید کرے جو دوسرے مجتہدین میں مشہور ہے اور نہ کسی اور کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس پر تنقید اور اعتراض کرے کہ وہ دوسروں سے مختلف بات کیوں کر رہا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص قرآن وسنت کے دلائل سے اس کی بات کو غلط ثابت کرنا چاہے تو اس پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔ لیکن اس کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ یہ مذہب سے منحرف ہوگیا ہے، یہ مذہب کو تبدیل کر رہا ہے، یہ اغیار کا ایجنٹ ہے، یہ مذہب کے خلاف سازش ہے، وغیرہ، یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں۔ ان باتوں کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہونے کے باوجود کسی کو تحقیق اور اجتہاد کی اجازت نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر ایک طرف سے یہ کہنا کہ شیعہ مذہب میں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے، اور پھر اجتہاد اور تحقیق کرنے والوں کی مخالفت اور حوصلہ شکنی کرنا، اس کا یہی مطلب رہ جاتا ہے کہ آپ نے اجتہاد کا دروازہ تو کھلا رکھا ہوا ہے لیکن اس پر مسلح گارڈ کھڑا کر دیا ہے کہ اس میں سے کسی کو گزرنے نہ دے۔

3۔ اس مقالہ میں ہماری گفتگو ان احباب کے ساتھ ہے جو لکیر کے فقیر نہیں ہیں، جو روایتی مذہبی سوچ کی اندھی تقلید نہیں کرتے، بلکہ سورۂ زمر کی آیت نمبر 17-18 کے مطابق کسی بھی مسئلہ کے بارے میں ہر بات کو غور سے سنتے ہیں اور پھر ان میں سے جو بات سب سے بہتر ہو اس کی پیروی کرتے ہیں:

فَبَشِّرْ عِبَادِ. الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ

ترجمہ: اے رسول! میرے ان بندوں کو بشارت دے دیجیے جو ہر بات کو سنتے ہیں اور پھر ان میں سے بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی صاحبان عقل ہیں۔

ایک ضروری درخواست:

جن احباب کو اس رسالہ کے معروضات معقول اور درست معلوم ہوں وہ ان کو اپنا لیں اور ان کے مطابق عمل کریں لیکن دوسروں کے ساتھ محاذ آرائی اور مخالفت کی صورت حال پیدا نہ کریں۔ اسی طرح جن احباب کے لیے یہ معروضات قابل قبول نہ ہوں وہ بخوشی روایتی فتاویٰ کے مطابق عمل کرتے رہیں اور ان سے بھی گزارش ہے کہ ان احباب کے ساتھ کسی قسم کی محاذ آرائی اور مخالفت نہ کریں جو ان معروضات کو قبول کریں۔ ہم سب اپنے اپنے فہم کے مطابق قرآن وسنت کے احکامات پر عمل کرنے کے پابند ہیں اور ہم سب اللہ کو ہی جواب دہ ہیں۔ جو اپنے اور اللہ کے درمیان جس چیز کو صحیح سمجھتا ہے اس کے مطابق عمل کرے اور دوسروں کے ساتھ محاذ آرائی، مخالفت اور مخاصمت سے گریز کرے۔ محاذ آرائی کے بغیر، تحمل و برداشت کے ساتھ علمی اور فکری اختلاف کسی قوم کے فکری طور پر زندہ قوم ہونے کی نشانی ہوتا ہے۔

☆☆☆

نماز قصر؟

نماز جسے قرآن مجید میں صلوٰۃ کہا گیا ہے سب شریعتوں میں نہ صرف واجب تھی بلکہ اللہ کی عبادت کی اصل اور بنیادی صورت کی حیثیت رکھتی تھی۔ کچھ قرآنی آیات پر نظر ڈالتے ہیں:

1- وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (بقرہ:43)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

2- وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ (بقرہ:110)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو عمل خیر تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس موجود پاؤ گے۔

3- فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (نور:56)

ترجمہ: پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

4-فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ (مجادلہ:13)

ترجمہ: پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

5-فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَقْرِضُوا اللهَ قَرْضاً حَسَناً (مزمل:20)

ترجمہ: پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو۔

6-اَلَّذِينَ إِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ لَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (حج:41)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم زمین میں اقتدار دے دیں تو وہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

بنی اسرائیل کی شریعت میں بھی نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ساتھ ساتھ ملتا ہے:

7-وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللهَ ... وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ (بقرہ:83)

ترجمہ: اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے ... اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب ماں کی گود میں اپنی قوم سے معجزانہ طور پر بات کی تو ان کی باتوں میں ایک بات یہ تھی:

8-وَأَوْصَانِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (مریم:31)

ترجمہ: اور اللہ نے مجھے زندگی بھر نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا:

9-وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا. وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (مریم:54-55)

ترجمہ: اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو، یقیناً وہ وعدے کے سچے اور بلند مرتبہ رسول تھے اور وہ اپنے خاندان کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے۔

مشرکین مکہ جو اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے اور فتح مکہ کے بعد بھی ایمان لانے کی بجائے مسلمانوں اور مدینہ کی اسلامی ریاست کے خلاف کارروائیاں کرتے رہتے تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا:

10-فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ (توبہ:12)

ترجمہ: پس اگر وہ (کفر و شرک سے) توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

11-قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ. الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ.. (مومنون:1-2)

ترجمہ: یقیناً فلاح پا گئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

☆☆☆

نماز احادیث کی روشنی میں:

احادیث معصومین اور سیرت معصومین میں نماز کی جو اہمیت بیان کی گئی ہے اگر ان سب روایات کو جمع کر لیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مثل الصلوٰة مثل عمود الفسطاط اذا ثبت العمود نفعت الاطناب والاوتاد والغشاء

واذا انكسر العمود لم ينفع طنب ولا وتد ولا غشاء

ترجمہ: نماز کی حیثیت دین میں وہی ہے جو خیمے میں عمود کی ہوتی ہے، جب تک عمود قائم ہے خیمے کی رسیاں، میخیں اور پردہ فائدہ دیتے رہتے ہیں لیکن جب عمود ٹوٹ جائے تو رسیاں، میخیں اور پردہ کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ (کافی جلد 3 صفحہ 266)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ان شفاعتنا لا تنال مستخفا بالصلوٰۃ

ترجمہ: ہماری شفاعت اس شخص کو نصیب نہیں ہوگی جو نماز کو خفیف سمجھتا ہے۔ (الفقیہ جلد 1 صفحہ 206)

نیز آپ ہی سے مروی ایک حدیث میں ہے:

اول ما یحاسب به العبد علی الصلوٰۃ فاذا قبلت منه قبل سائر عمله و اذا ردت علیه رد علیه سائر عمله

ترجمہ: سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر اس کی نماز قبول ہوگئی تو باقی اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر اس کی نماز رد ہوگئی تو اس کے باقی اعمال بھی رد ہو جائیں گے۔ (ایضاً صفحہ 208)

امیر المومنین علیہ السلام جنگ صفین میں جنگ کی شدت کے دوران بار بار سورج کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عبداللہ ابن عباس نے پوچھا یا امیر المومنین! یہ آپ بار بار سورج کی طرف کیوں دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آیا سورج ڈھل گیا ہے تاکہ نماز بروقت ادا کی جا سکے؟ عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں: یا امیر المومنین! جنگ کی اس شدت میں بھی آپ کی توجہ نماز کی طرف ہے تو آپ نے فرمایا:

علی ما نقاتلھم۔ انما نقاتلھم علی الصلوٰۃ

ترجمہ: ہماری ان لوگوں کے ساتھ جنگ کس بات پر ہے؟ ہم نماز کی خاطر ہی تو ان سے جنگ کر رہے ہیں۔ (بحار الانوار جلد 80 صفحہ 23)

قرآن مجید میں آیا ہے کہ جب اہل جہنم سے پوچھا جائے گا کہ کیا چیز تمہیں جہنم میں لے آئی؟ تو وہ جواب دیں گے:

لَمۡ نَکُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ وَلَمۡ نَکُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡکِیۡنَ وَ کُنَّا نَخُوۡضُ مَعَ الۡخَآئِضِیۡنَ وَ کُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوۡمِ الدِّیۡنِ

ترجمہ: ہم نمازیوں میں سے نہ تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور اہل باطل کے ساتھ ان کے باطل اعمال میں شریک ہوتے تھے اور ہم قیامت کے دن کو جھٹلاتے تھے۔ (مدثر: 43 تا 46)

یہ نماز جو سب واجبات میں سب سے اہم ہے اس کی روح اللہ کا ذکر ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ

ترجمہ: نماز قائم کرو میرے ذکر کے لیے۔ (طہٰ: 14)

منافقین کے بارے میں فرمایا:

وَاِذَا قَامُوۡۤا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوۡا کُسَالٰی ۙ یُرَآءُوۡنَ النَّاسَ وَلَا یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیۡلًا

ترجمہ: جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی اور کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کے سامنے دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر تو بہت کم کرتے ہیں۔ (نساء: 142)

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ منافق نماز کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو اس کا حق ہے، نماز کا حق ہے کہ اسے اچھی ذہنی اور جسمانی حالت میں ادا کیا جائے، لیکن منافق سستی اور کاہلی کی حالت میں ادا کرتے ہیں۔ نماز کو خالص اللہ کے لیے ادا کرنا چاہیے لیکن منافق لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔ نماز کی روح اللہ کا ذکر ہے، نماز کے دوران ضروری ہے انسان کی زبان کے ساتھ دل و دماغ بھی اللہ کی یاد مصروف ہوں، لیکن منافق کے دل اور دماغ کسی اور دنیا میں ہوتے ہیں اور اللہ کے ذکر کی طرف ان کی توجہ کم ہوتی ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ

ترجمہ: نماز قائم کرو، یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بڑی چیز ہے۔ (عنکبوت 45)

اس آیت کے مطابق نماز کے دو فائدے ہیں: ایک یہ کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور دوسرا یہ کہ یہ اللہ کا ذکر ہے اور یہ فائدہ پہلے فائدے سے بڑا ہے۔

یہ نماز جو سب شرائع الٰہی میں اہم ترین عبادت اور اللہ کی عبادت کا نمایاں ترین چہرہ ہے، یہ نماز جو کفر و ایمان کے درمیان حد فاصل ہے، یہ نماز جو دین کا ستون ہے، یہ نماز جو اللہ کا ذکر ہے اس نماز کو ترک کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے سوائے حالتِ حیض ونفاس کے۔ مگر اس صورت میں بھی خواتین پر واجب ہے، جی ہاں واجب ہے کہ باوضو اور قبلہ رخ ہو کر اتنی دیر تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہیں جتنی دیر وہ نماز پڑھنے میں لگاتی ہیں۔

زرارہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اذا کانت المرئة طامثافلا تحل لها الصلوٰة وعليها ان تتوضا وضوء الصلوٰة عند وقت كل صلوٰة ثم تقعد في موضع طاهر وتذ كر الله عزوجل وتسبحه و تحمده و تهلله كمقدار صلاتها

ترجمہ: جب عورت حالتِ حیض یا حالتِ نفاس میں ہو تو اس کے لئے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن اس پر واجب ہے کہ وہ ہر نماز کے وقت وضو کرے اور کسی پاکیزہ جگہ بیٹھ کر نماز کے مساوی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور اس کی تسبیح وتہلیل وحمد بجالائے۔

(الکافی جلد 3 صفحہ 100، باب ما یجب علی الحائض فی اوقات الصلوٰۃ حدیث 4)

کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ جس عمل کو امام علیہ السلام حیض ونفاس والی خواتین کے لیے واجب کہہ رہے ہیں، استاد محترم کے سوا کسی مجتہد نے حیض ونفاس کے مسائل کے ذیل میں اس واجب کا ذکر نہیں کیا۔

ایک اہم شرعی اور عقلی اصول:

قرآن وسنت اور عقل کی روشنی میں یہ ایک تسلیم شدہ اصول ہے کہ جب بھی دو واجب اعمال کے درمیان ٹکراؤ کی صورت پیدا ہو جائے اور دونوں واجبات کو انجام دینا ممکن نہ ہو، تو اس صورت میں ہمیشہ کم اہمیت کا واجب مکمل طور پر برطرف ہو جاتا ہے یا اس میں کمی ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر نماز آپ پر واجب ہے اور اپنی جان کی حفاظت بھی واجب ہے۔ اگر ان دونوں واجبات کا آپس میں کوئی ٹکراؤ نہ ہو تو نماز پوری پڑھی جائے گی۔ لیکن اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ نماز پوری پڑھنے کے نتیجہ میں جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہو تو اس صورت میں نماز کی کمیت یا کیفیت میں کمی کرنا واجب ہو جائے گا۔ نماز ایسا واجب ہے جسے کسی حال میں ترک نہیں کیا جا سکتا، حتیٰ اگر کوئی شخص ڈوب کر مر رہا ہو تو اس سے بھی نماز ساقط نہیں ہوتی، بلکہ اس کی نماز یہی ہے کہ وہ نماز کی نیت سے ایک بار اللہ اکبر کہہ دے۔

اب یہاں یہ سوال بجا طور پر رونما ہوتا ہے کہ آنے جانے کو ملا کر 44 کلومیٹر کے ایسے سفر میں جس میں کسی قسم کا خوف نہ ہو، کسی قسم کا خطرہ نہ ہو، کسی قسم کی تکلیف اور مشکل نہ ہو، سفر مکمل طور پر محفوظ اور آرام دہ ہو، نماز کا کسی اور واجب کے ساتھ کوئی ٹکراؤ نہ ہو، حتیٰ کہ اگر آپ سیر وسیاحت اور تفریح کے لیے کوئی خوشگوار اور فرحت انگیز سفر کر رہے ہوں، صرف سفر کی وجہ سے نماز کو کیسے قصر کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ سفر بذاتِ خود جس قدر بھی طویل ہو ان اہم واجبات کے ساتھ ہرگز ٹکراؤ کی صورت اختیار نہیں کرتا کہ روزہ حرام اور نماز قصر ہو جائے۔

یہ بات بالکل واضح اور روشن ہے کہ عام طور پر ایسا کوئی خطرہ یا ضرر ہرگز موجود نہیں ہوتا ہے جس سے بچنا نماز کی تکمیل سے برتر اور مانع ہو۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ نماز کی کیفیت کے بارے میں ایسی کوئی صورت رونما ہو جائے، لیکن نماز کی کمیت یعنی رکعات کی تعداد کے بارے میں ایسا ممکن نہیں، سوائے اس حالت کے جس کا خود قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے:

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا

ترجمہ: اور جب تم سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں کچھ کمی کر دو، اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ کافر تمہیں کسی فتنہ میں مبتلا کر دیں گے،
اس لئے کہ کافر تمہارے کھلم کھلا دشمن ہیں۔ (نساء:101)

اس آیت میں ''لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ'' یعنی ''تم پر کوئی گناہ نہیں ہے'' ان لوگوں کا جواب ہے جو یہ خیال کرتے تھے کہ نماز کو ہر صورت میں پورا ہی پڑھنا چاہیئے، خواہ دشمن کی طرف سے حملے یا جان کا خطرہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں ''زیادہ اہم چیز'' یعنی جان کی حفاظت اور ''کم اہم چیز'' یعنی ''تکمیل نماز'' میں ٹکراؤ کی صورت حال میں جان کی حفاظت کو تکمیل نماز پر مقدم رکھنے کا اصول بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد اگلی آیت میں نمازِ جماعت کی حالت میں دشمن کے حملے کے خطرے کی صورت میں جان کی حفاظت اور دوسروں کو نماز جماعت میں شرکت کا موقع دینے کا طریقہ کار بتایا گیا ہے:

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (102)

ترجمہ: اور (اے رسول!) جب آپ ان میں ہوں اور انہیں نماز پڑھائیں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ نماز کے لیے آپ کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور وہ اپنا اسلحہ اپنے ساتھ لیے رہیں۔ پھر جب وہ سجدہ کر چکیں تو (دوسری رکعت فرادیٰ پڑھ کر تشہد پڑھ لیں اور سلام پھیر کر اپنی نماز ختم کر لیں اور پہرا دینے کے لیے) آپ کے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ (جو پہرا دے رہا تھا) جنہوں نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی وہ آ کر آپ کے ساتھ نماز پڑھیں، وہ بھی ہوشیار رہیں اور اپنا اسلحہ ساتھ رکھیں۔ کافروں کی تو یہی خواہش ہے کہ تم اپنے اسلحہ اور سامان جنگ سے غافل ہو جاؤ اور وہ اچانک تم پر ٹوٹ پڑیں۔ اور اگر تمہیں بارش سے کوئی تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو تم پر اپنا اسلحہ رکھ دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور ہوشیار رہو، بے شک اللہ نے کافروں کے لیے ذلیل و رسوا کر دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

آیت سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ یہ ہدایات اس صورت حال کے بارے میں دی جا رہی ہیں کہ مسلمانوں کا لشکر کہیں جا رہا ہو، کفار کا لشکر بھی کہیں تاک میں ہو کہ مسلمان ذرا غافل ہوں اور ہم ان پر حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دیں یا انہیں بھاری نقصان پہنچا سکیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ اگر مسلمانوں کے لشکر کے سب افسر اور سپاہی ایک ساتھ عام حالت کی نماز جماعت پڑھنے میں مصروف ہو جائیں اور کفار کا کوئی لشکر ارد گرد موجود ہو تو ان کے کچھ افراد ہی موقع پا کر کوئی کمانڈو کاروائی کر کے مسلمانوں کو بھاری نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہ ہے وہ فتنہ جس سے بچنے کے لیے ان آیات میں نماز کو مختصر یعنی قصر کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس حکم کا مقصد بالکل واضح ہے اور وہ ہے مسلمانوں کے فوجی قافلے کی نقل و حرکت کے دوران دشمن کی طرف سے کسی ناگہانی حملے سے بچنے کی تدبیر۔ اس لیے کہ فوج کی ذرا سی غفلت بہت بڑے نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔ جنگ احد میں مسلمان فتح یاب ہو کر مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے لیے غافل ہوئے اور دشمن نے اچانک حملہ کر کے ان کو بہت بھاری بلکہ ناقابل تلافی نقصان پہنچا دیا تھا۔ اس کے بعد اگلی آیت میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے:

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا (103)

ترجمہ: جب نماز قصر ادا کر چکو تو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے رہو،
پھر جب تمہیں اطمینان حاصل ہو جائے، (یعنی خوف کی حالت تمام ہو جائے) تو نماز قائم کرو،
بے شک نماز ایک ایسا واجب ہے کہ مومنین پر واجب ہے کہ اسے اپنے مقررہ وقت پر ہی ادا کریں۔

اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

1۔جب مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق نماز قصر ادا کر چکو تو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کا ذکر کرتے رہو، اللہ کو یاد کرتے رہو تا کہ نماز قصر کرنے کی وجہ سے اللہ کے ذکر میں جو کمی ہوئی اس کی تلافی ہو سکے۔اس لیے کہ بنیادی طور پر نماز اللہ کے ذکر کے لیے قائم کی جاتی ہے۔

2۔جب تمہیں اطمینان حاصل ہو جائے، یعنی خوف کی حالت تمام ہو جائے، تو نماز قائم کرو۔ یہاں نماز قائم کرنا نماز قصر کرنے کے مقابل استعمال ہوا ہے جس سے پوری نماز پڑھنا مراد ہے۔اس سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ حالتِ سفر میں دشمن کی طرف سے فتنہ کا خوف ہو تو نماز قصر کر دینا واجب ہے اور جب اسی سفر میں دشمن کی طرف سے فتنے کا خوف برطرف ہو جائے اور امن واطمینان کی حالت حاصل ہو جائے تو پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔

3۔تیسری بات دراصل اس سوال کا جواب ہے کہ کیوں نہ حالتِ خوف میں نماز کم کرنے کی بجائے اسے بالکل ترک کر دیا جائے اور بعد میں پوری پڑھ لی جائے؟ اس سوال کے جواب میں یہ کہا جا رہا ہے کہ: بے شک نماز ایک ایسا واجب ہے کہ مومنین پر واجب ہے کہ اسے اپنے مقررہ وقت پر ہی ادا کریں۔اگر وقت پر ادا کرنے کی صورت میں دشمن کی طرف سے جان کا خطرہ بھی ہو تو بھی اسے ترک کرنا جائز نہیں ہے، ہاں ایسی صورت میں اس کی کمیت یا کیفیت یا دونوں میں اس قدر کمی کی جا سکتی ہے جو اس خطرے سے محفوظ رہنے میں مؤثر واقع ہو۔

بالفاظ دیگر ان تین آیات میں جس سفر اور قصر کی بات ہو رہی ہے اس سے مراد معاشرے کے عام فرد کا معمول کا سفر نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مسلمانوں کے فوجی قافلے کی نقل وحرکت ہے۔اللہ تعالیٰ مسلمان مجاہدوں سے فرما رہا ہے کہ کافر تمہارے کھلم کھلا دشمن ہیں، وہ تاک میں رہتے ہیں کہ تم اپنے اسلحہ اور سامان حرب سے غافل ہو جاؤ اور وہ اچانک کوئی کمانڈو کارروائی کر کے تمہیں شدید نقصان پہنچا سکیں۔لہٰذا تمہارے فوجی قافلوں کی نقل وحرکت کے دوران اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کفار تمہارے لیے اس قسم کا کوئی فتنہ پیدا کر سکتے ہیں تو نماز قصر کر لو، تم میں سے آدھے افراد جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں اور آدھے پہرا دیں، پھر پہلی رکعت کے سجدوں کے بعد نماز پڑھنے والے اپنی نماز مکمل کر کے پہرا دینے چلے جائیں اور جو پہلے پہرا دے رہے تھے وہ جماعت میں شریک ہو جائیں۔نماز کے بعد اللہ کا ذکر کرتے رہو تا کہ نماز قصر کی وجہ سے اللہ کے ذکر میں جو کمی ہوئی تھی اس کی تلافی ہو سکے۔پھر اسی سفر کے دوران جب تمہیں امن اور اطمینان کی حالت میسر ہو جائے تو معمول کے مطابق نماز قائم کرو یعنی پوری نماز ادا کرو۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مذکورہ صورتحال میں نماز جماعت کی یہ ترتیب اس لیے بیان کی گئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہوں تو امامت وہی کرائیں گے۔حفاظتی انتظامات کے ساتھ سب مجاہدین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کرنا اسی صورت میں ممکن ہوگا جب وہ دو حصوں میں تقسیم ہوں اور باری باری آپ کی اقتدا میں نماز ادا کر لیں۔لہٰذا یہ ترتیب بتائی گئی تا کہ سب آپ کی اقتدا میں نماز پڑھ لیں۔اسی لیے آیت میں کہا گیا کہ جب آپ ان کے درمیان ہوں اور انہیں نماز پڑھائیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لیکن جب فوجی قافلہ کسی اور کمانڈر کی قیادت میں سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے جماعت کی یہ ترتیب بھی ضروری نہیں ہے۔اس صورت میں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک گروہ ایک امام کی امامت میں نماز ادا کرے اور دوسرا گروہ پہرا دے۔پھر دوسرا گروہ دوسرے امام کی امامت میں نماز ادا کرے اور پہلا گروہ پہرا دے۔یا صورت حال کے مطابق کوئی اور ترتیب بھی اختیار کی جا سکتی ہے۔

آیت کے معنی بالکل صاف ہیں کہ اس میں مسلمانوں کے فوجی قافلے کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم سارے کے سارے ایک ساتھ پوری نماز پڑھنے میں مصروف ہو جاؤ اور کفار کے لشکر کے کسی گروہ کو تم پر حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔کیونکہ وہ موقع کی تلاش میں ہوتے ہیں کہ تمہیں غافل پا کر

تم پر اچانک حملہ کر کے تمہیں بھاری نقصان پہنچا دیں۔اس آیت سے تو دور دور تک بھی یہ معنی نہیں نکلتے کہ آپ معمول کے پرسکون اور محفوظ سفر پر جا رہے ہوں، بلکہ سیر وتفریح کے سفر پر جا رہے ہوں، کسی قسم کا خوف وخطر بھی نہ ہوا، ائیر کنڈیشنڈ بس میں سفر کر رہے ہوں، دوران سفر ہندوستانی فلم تو پوری دیکھ لیں مگر نماز قصر کرنی ہے۔

قصر کے حوالے سے یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ قصر کے معنی کسی چیز کو مختصر (short) کر دینا ہے اس کے لیے رکعات کی تعداد کم کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ عام طور پر ہم جو نماز پڑھتے ہیں اس میں بہت سی چیزیں مستحب ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر رکوع اور سجدہ میں تین بار **سبحان ربی العظیم وبحمدہ/سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ** کہنا اور صلوات پڑھنا مستحب ہے۔صرف ایک بار سبحان اللہ کہنا واجب ہے۔ دعائے قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی نماز سے معمول کے مستحبات کو نکال دے اور صرف واجب اذکار پر اکتفا کرے تو اس سے بھی نماز قصر یعنی (short) ہو جاتی ہے۔ ہمارے ایک عالم دوست جو روایتی فقہی طریقے پر کاربند ہیں، جب کبھی سفر پر جاتے ہیں تو چار رکعتی نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھتے ہیں۔ لیکن سورتیں اور دعائے قنوت لمبی پڑھتے ہیں اور مستحب اذکار بھی زیادہ کر لیتے ہیں۔مجموعی طور پر ان کی نماز اتنی ہی لمبی ہو جاتی ہے جتنی عام طور پر چار رکعتی نماز ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر وہ نماز میں رکعات کی تعداد کم کر دیتے ہیں لیکن نماز قصر (short) نہیں کرتے۔

سورۂ نساء کی ان آیات میں یہ بات بالکل واضح کر دی گئی ہے کہ مسلمانوں کے فوجی قافلوں کی نقل وحرکت کے دوران جب دشمن کی طرف سے کسی فتنے کا خوف ہو تو نماز قصر ہو جائے گی اور اسی سفر میں جب خوف برطرف ہو جائے اور امن واطمینان حاصل ہو جائے تو پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔

لہٰذا یہ بات کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتی ہے کہ بغیر کسی خوف وخطرے کے اپنے وطن یا اقامتگاہ سے چند کلومیٹر دور جانا ہو تو چار رکعتی نماز کو نصف کرنا واجب ہے، خواہ یہ سفر تھکاوٹ اور اکتاہٹ دور کرنے کی غرض سے پکنک اور تفریح کے لئے اختیار کیا گیا ہو۔

اس بحث میں اس آیت کو زیر غور لانا بھی ضروری ہے:

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ۔ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا
فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

ترجمہ: اپنی نمازوں، خصوصا درمیانی نماز کی حفاظت کرو اور اللہ کے لئے خشوع وخضوع کے ساتھ قیام کرو۔ پس اگر تمہیں کوئی خوف لاحق ہو جائے تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری کی حالت میں ہی نماز ادا کرو، اور جب تمہیں امن حاصل ہو جائے تو اللہ کو اس طرح یاد کرو جیسے اس نے تمہیں اس چیز کی تعلیم دی جو تم نہیں جانتے تھے۔ (بقرہ:238-239)

گزشتہ آیت میں کفار کے حملے کے خوف کا ذکر تھا جبکہ اس آیت میں صرف خوف کا ذکر ہے، جس سے جان، مال، عزت وآبرو، دین، عقل اور ہر قسم کا خوف مراد ہو سکتا ہے۔ اس آیت کی رو سے مذکورہ بالا خطرات میں سے کسی قسم کا خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں ان کی حفاظت کے لئے نماز کی کمیت یا کیفیت میں کچھ کمی کی جا سکتی ہے۔ عام حالت میں چلتے ہوئے یا سواری کی حالت میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے لیکن خوف کی صورت میں چلتے ہوئے یا سواری پر حرکت کی حالت میں نماز ادا کرنا، نماز کی کیفیت میں کمی کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن حالتِ امن برقرار ہو جانے کی صورت میں یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا اسی طرح ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس طرح اللہ نے عام حالات میں نماز پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔ یہ آیت بھی اس بات پر واضح دلالت کر رہی ہے کہ خوف کی حالت میں تو نماز کی کمیت یا کیفیت میں کمی کی جا سکتی ہے لیکن جب خوف برطرف ہو جائے تو معمول کے مطابق نماز ادا کرنا واجب ہے۔ ان دو آیات سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ بغیر خوف کے نماز میں کسی قسم کی کمی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

شریعت اسلامی میں کوئی بھی واجب ایسا نہیں ہے جو اپنے سے زیادہ اہم واجب سے ٹکراؤ کے بغیر ہی ساقط یا حرام ہو جائے یا اس میں کمی کی اجازت ہو۔ بنا بریں نماز جو دین کا ستون اور تمام واجبات سے اہم واجب ہے، صرف سفر کی بنیاد پر کیسے قصر کی جا سکتی ہے؟ وہ بھی ایسے سفر میں، جس میں کسی قسم کا

خوف، خطر، عسر، ضرر اور حرج نہ پایا جاتا ہو بلکہ ایسے آرام دہ سفر میں بھی جو پکنک اور تفریح کے لیے ہو۔
ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے علمِ تاویل کی روشنی میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے، نماز مسافر کو نمازِ خوف سے ملحق فرما دیا ہے۔

اس مفروضہ کا جواب یہ ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کچھ مقامات پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں صرف اصولی ضوابط بیان فرمائے ہیں اور جزئیات کا بیان سنت پر چھوڑ دیا ہے، یا عام طور پر پیش آنے والے حالات کا حکم قرآنِ مجید میں بیان کر دیا ہو اور کبھی کبھار رونما ہونے والے حالات کا حکم سنت پر چھوڑ دیا ہو۔ لیکن نمازِ مسافر پر اس کا اطلاق ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے دشمن کے حملہ کے خوف اور سفر، دونوں حالات کے لئے نماز قصر کرنے کا حکم مقرر فرمایا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اور قرآنِ مجید کے حکیم ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ یا تو دونوں کا ذکر قرآنِ مجید میں کیا جاتا، یا اس حالت کا ذکر قرآنِ مجید میں آتا جو عام اور بکثرت رونما ہوتی ہے، اور کبھی کبھار رونما ہونے والی صورت کا حکم سنت پر چھوڑ دیا جاتا۔ لیکن یہ ہرگز قابلِ تصور نہیں ہے کہ کبھی کبھار اور کچھ مخصوص افراد کو پیش آنے والی صورت کا حکم تو قانون کی اصلی کتاب یعنی قرآنِ مجید میں بیان کر دیا جائے اور ہر روز، بہت کثرت سے اور عام آدمی کے لیے رونما ہونے والی صورتحال کا ذکر احادیث پر چھوڑ دیا جائے۔

اپنے ملک پاکستان کی صورتحال کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ کی تصویر اس طرح دیکھی جاسکتی ہے کہ جب سے پاکستان بنا ہے دشمن کے ساتھ جنگ کی صورت حال تین یا چار بار پیش آئی ہے۔ اس میں بھی مسلح افواج کے سب افراد محاذِ جنگ پر نہیں ہوتے، بلکہ افواجِ پاکستان کا ایک بڑا حصہ پچھلے مورچوں، ہیڈ کوارٹرز اور دفاتر میں اپنے فرائض انجام دیا کرتا ہے۔ اس کے برعکس سفر کی حالت ایک ایسی حالت ہے جو جنگ کی حالت کے مقابلے میں بہت کثرت سے رونما ہوتی ہے۔ ہر سال، سال کے ہر مہینے اور مہینے کے ہر روز ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں افراد سفر کی حالت میں ہوتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو مسئلہ کبھی کبھار، کئی دہائیوں میں کچھ عرصے کے لیے مسلح افواج کے کچھ مخصوص یونٹس کو درپیش آتا ہے اس کا حکم تو تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں بیان کر دیا گیا ہو اور جو مسئلہ ہر روز ہر کسی کو پیش آ رہا ہے اس کا حکم احادیث پر چھوڑ دیا گیا ہو جن میں بہت سے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ بنا بریں اگر ان دونوں حالتوں میں قصر کا حکم ہوتا تو یا تو دونوں کا ذکر قرآنِ مجید میں آتا، یا پھر حالتِ سفر کا حکم قرآن مجید میں بیان ہوتا اور حالتِ جنگ کا حکم سنت پر چھوڑ دیا جاتا۔

لیکن جب سورۂ نساء کی مذکورہ بالا آیات میں یہ بات وضاحت اور صراحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے کہ دورانِ سفر جب دشمن کی طرف سے کسی فتنے کا خوف ہو تو نماز قصر کی جاسکتی ہے اور اسی سفر میں جب خوف برطرف ہو جائے اور امن و اطمینان حاصل ہو جائے تو پوری نماز پڑھنا واجب ہے، تو پھر اس مفروضہ پر سوچنا بھی ایک غیر معقول بات ہوگی کہ قرآن نے صرف خوف کی حالت کا حکم بیان کیا ہے اور بے خوف و خطر سفر میں نماز قصر کا حکم سنت پر چھوڑ دیا ہے۔ آیت کا پیغام بالکل واضح ہے کہ جب دشمن کی طرف سے حملے یا فتنے کا خوف ہو تو نماز قصر کر لو اور جب امن اور اطمینان حاصل ہو جائے تو پوری نماز پڑھو۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن روایات میں بغیر خوف و خطر کے، پرامن اور محفوظ سفر میں نماز قصر کرنے کا حکم ملتا ہے ان کا کیا کیا جائے؟ اس سوال کا جواب کوئی مشکل نہیں ہے۔ قرآنِ مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام میں واضح حکم ہے کہ جو احادیث قرآنِ مجید سے ٹکرائیں ان کو رد کر دیا جائے۔ اب جبکہ قرآنِ مجید سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہو چکی ہے کہ جب دورانِ سفر کفار کی طرف سے کسی فتنے کا خوف لاحق ہو تو نماز کی کمیت، کیفیت یا دونوں میں کمی کی جاسکتی ہے اور پھر جب اسی سفر میں امن و اطمینان والی صورت حال پیدا ہو جائے تو پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔ اب اگر کچھ احادیث میں یہ بات کہی گئی ہو کہ بغیر کسی خوف و خطر کے، محفوظ اور پرامن سفر میں، صرف سفر کی وجہ سے نماز قصر کرنا واجب ہے تو ان سب روایات کو خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے رد کر دیا جائے گا۔

نماز قصر کے حوالے سے یہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ یہ ایک صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دیا ہے، پس تم اللہ کے صدقہ کو قبول کرو۔

لیکن اس روایت کا مضمون خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ امام معصوم کا قول نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن مجید اور معصومین علیہم السلام کی تعلیمات کی روشنی میں نماز بندے کی اپنے محبوب رب کی بارگاہ میں حاضری کا نام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشار ہے:

جعل قرۃ عینی الصلوٰۃ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ (کافی جلد 5 صفحہ 321)

ایک عاشق تو یہ چاہے گا کہ اسے اس کے محبوب کی زیادہ سے زیادہ قربت نصیب ہو، اس کے لیے اپنے محبوب کی طرف سے یہ صدقہ ہوگا کہ اسے اپنے محبوب کے ساتھ گفتگو اور مناجات کے لیے زیادہ سے زیادہ فرصت ملے۔ اگر محبوب کی طرف سے ملاقات کی فرصت کم ہو جائے تو یہ عاشق کے لیے ہرگز صدقہ نہیں ہوگا بلکہ ایک نعمت اور لذت سے محرومی ہوگی۔ ہاں اگر کوئی شخص نماز کو ایک سنگین بوجھ سمجھتا ہو، اسے مجبوری کے عالم میں انجام دیا جانے والا ایک ناخوشگوار فریضہ سمجھتا ہو تو اس کے لیے نماز میں کمی صدقہ، ہدیہ اور تحفہ ہوسکتی ہے۔

عشق وعرفان کی منطق کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ جملہ کسی عام عارف اور عاشق خدا کا بھی نہیں ہوسکتا، امام معصوم سے اس کی نسبت کا تو تصور بھی ناممکن ہے۔

بفرضِ محال اگر کسی طرح سے ان روایات کو قبول کرنے کی کوئی گنجائش پیدا ہو بھی جائے تو بھی آٹھ فرسخ یعنی 44 کلومیٹر کے سفر میں نمازِ قصر کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ ان روایات میں آٹھ فرسخ کو نہیں بلکہ عام طور پر استعمال ہونے والے وسائل سفر کے ذریعے دن بھر کے سفر کو قصر کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ ایک روایت میں فضل ابن شاذان حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں:

انما وجب التقصیر فی ثمانیۃ فراسخ لا اقل من ذالك ولا اکثر لان ثمانیۃ فراسخ مسیرۃ یوم للعامه و القوافل والاثقال ولو لم یجب فی مسیرۃ یوم لما وجب فی مسیر الف سنة و ذالك لان کل یوم بعد هٰذا الیوم فانما هو نظیر هٰذا الیوم فلو لم یجب فی هٰذا الیوم لما یجب فی نظیرہ

ترجمہ: قصر صرف آٹھ فرسخ میں ہے نہ اس سے کم میں نہ زیادہ میں، اس لئے کہ یہ عوام کا، قافلوں کا اور بار برداروں کا دن بھر کا سفر ہے، اور اگر دن بھر کے سفر میں قصر واجب نہ ہوتی تو ہزار سال کے سفر میں بھی واجب نہ ہوتی کیونکہ ہر آنے والا دن آج کے دن کی مانند ہوتا ہے، اگر آج کے دن میں قصر نہ ہو تو اس جیسے دن میں بھی قصر واجب نہیں ہوگی۔ (وسائل الشیعہ جلد 8 صفحہ 451)

عن سماعه قال سالته عن المسافر فی کم یقصر الصلوٰۃ فقال مسیرۃ یوم و ذالك بریدان وهما ثمانیۃ فراسخ

ترجمہ: سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مسافر کے بارے میں پوچھا کہ وہ کتنے سفر میں نماز قصر کرے گا۔ آپ نے فرمایا: دن بھر کے سفر میں اور وہ ڈاک کی دو چوکیوں کا فاصلہ ہے اور وہ آٹھ فرسخ ہے۔ (ایضاً صفحہ 453)

یہ روایات اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح واضح کر رہی ہیں کہ قصر کا اصلی معیار عام طور پر استعمال ہونے والے وسائل سفر کے ذریعے دن بھر کا سفر ہے جو گزشتہ زمانے میں آٹھ فرسخ تھا۔ آج کے دور میں عام طور پر استعمال ہونے والے وسائل سفر ٹرین اور بسیں ہیں جو دن بھر میں ہزار کلومیٹر سے زیادہ کا سفر طے کرتے ہیں۔ اگر ان روایات کو قبول کر کے ان کی روشنی میں فتویٰ دیا بھی جائے تو دور حاضر میں قصر 44 کلومیٹر کے سفر میں نہیں بلکہ ایک ہزار کلومیٹر سے زیادہ کے سفر میں ہوگی کیونکہ یہی عام طور پر استعمال ہونے والے وسائل سفر کے ذریعے دن بھر کا سفر ہے۔ اگر کبھی ایسا ہو کہ بس اور ٹرین اس طرح متروک ہو جائیں جس طرح آج کل اونٹ اور گھوڑے متروک ہو چکے ہیں اور ہوائی جہاز عام طور پر استعمال ہونے والے وسائل سفر بن جائیں تو اس دور میں قصر کا حکم پچاس ہزار کلومیٹر پر چلا جائے گا کیونکہ اس دور میں یہ دن بھر کا سفر ہوگا۔ اگر کبھی اس قسم کے وسائل سفر دریافت ہو جائیں اور عام ہو جائیں جو دن بھر سے کم وقت میں کرہ ارض کے گرد چکر لگا سکتے ہوں تو ان روایات کی بنیاد پر اس دور میں قصر کا حکم ختم ہو جائے گا کیونکہ ہر سفر دن بھر سے کم کا سفر ہوگا۔

لیکن جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ روایات خلافِ قرآن ہونے کی وجہ سے قابلِ قبول نہیں ہیں۔اگر کوئی کہے کہ اس مسئلہ پر آئمہ سے مروی روایات کی تعداد کافی زیادہ ہے، ان سب روایات کو کیسے ترک کیا جا سکتا ہے تو ہم جواب دیں گے سورہ نساء اور سورہ بقرہ کی ان آیات کو کیسے ترک کیا جا سکتا ہے جو قصر کو حالتِ خوف میں محدود کر رہی ہیں۔اگر ایک طرف یہ آیات ہوں اور دوسری طرف یہ روایات ہوں اور ہمیں ان دونوں میں سے کسی ایک کو ترک کرنا پڑے تو روایات کو ترک کرنا قرآن کو ترک کرنے کی نسبت بہت آسان ہے۔یہاں یہ کہنے کی گنجائش بھی نہیں ہے کہ یہ روایات ان آیات کی تشریح کر رہی ہیں۔تشریح اس صورت میں قابل قبول ہوتی ہے جب اس کا آیات کے ساتھ تضاد نہ ہو۔ان روایات اور مذکورہ آیات کے معنی میں تضاد صاف ظاہر ہے۔

لیکن جو فقہاء ان روایات کی بنیاد پر محفوظ اور بے خطر سفر میں نماز قصر کرنے کو واجب سمجھتے ہیں ان پر یہ تو لازم ہے کہ 44 کلومیٹر کے سفر میں قصر والے فتویٰ میں نظر ثانی کریں کیونکہ ان روایات کے مطابق قصر عام طور پر استعمال ہونے والے وسائل سفر کے ذریعے دن بھر کے سفر میں ہے اور دور حاضر میں عام طور پر استعمال ہونے والے وسائل سفر کے ذریعے دن بھر کا سفر 44 کلومیٹر نہیں بلکہ ایک ہزار کلومیٹر سے زیادہ ہے۔

☆☆☆

سفر کی حالت میں روزے کا حکم:

روزہ کے حوالے سے مکلفین کی تین قسم کی صورت حال ممکن ہے:

1۔معمول کی صورت　　2۔عسر کی صورت　　3۔حرج کی صورت

معمول کی حالت کا حکم یہ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! روزہ تم پر فرض کر دیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، شاید تم متقی بن جاؤ۔ (بقرہ:183)

اس کے بعد ان لوگوں کا حکم بیان ہوا ہے جو حالتِ عسر وضرر میں ہیں:

فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (بقرہ:184)

ترجمہ: اور تم میں سے جو کوئی بیمار یا مسافر ہو تو دوسرے دنوں میں (جب وہ معذور نہ ہو)، روزہ رکھے۔

اس حکم کی حکمت اور اس کا فلسفہ بھی اللہ تعالیٰ نے اگلی ہی آیت میں بیان کر دیا:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (بقرہ:185)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے مشکل نہیں چاہتا۔

اس آیت میں دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں یُسْر اور عُسْر ۔ یسر آسانی کو اور عسر مشکل کو کہتے ہیں۔

لیکن یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ عسر سے مراد معمولی زحمت اور مشکل نہیں ہے، روزہ رکھنے میں کچھ نہ کچھ زحمت اور مشکل تو بہر حال ہوتی ہی ہے، روزہ رکھنا روزہ نہ رکھنے کے مقابلہ میں کچھ نہ کچھ مشکل اور زحمت تو رکھتا ہے۔صرف روزہ ہی نہیں بلکہ کوئی بھی کام ہو، اسے نہ کرنا، کرنے کی نسبت آسان ہوتا ہے اور کرنا، نہ کرنے کی نسبت مشکل ہوتا ہے۔پس اس آیت میں عسر یعنی مشکل سے مراد ایسی غیر معمولی مشکل اور زحمت ہے جو ضرر کی موجب ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کو کفار کے لیے مشکل دن کہا ہے:

فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ

ترجمہ: پس وہ دن عسر کا دن ہوگا۔ (مدثر:9)

یہ آیت جہنم کے بارے میں ہے۔کیا جہنم کی سختی معمولی سختی ہوگی یا شدید ضرر؟ بنابریں روزے کے ذیل میں عسر سے غیر معمولی مشکل اور زحمت والی صورت حال مراد ہے۔

یہاں ایک اور نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ سب فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر مریض کی بیماری ایسی ہو جس کے ساتھ روزہ رکھنے سے کسی قسم کا نقصان نہ ہوتا ہو اور مریض آسانی سے روزہ رکھ سکتا ہو تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہے۔مریض پر روزہ رکھنا اس صورت میں حرام ہے جب روزہ رکھنے کی وجہ سے بیماری میں اضافہ ہونے یا علاج کے مشکل یا طولانی ہوجانے کا امکان ہو۔بالکل یہی صورت سفر پر بھی لاگو ہوگی کہ اگر سفر کے دروان روزہ رکھنے کی وجہ سے مسافر کے لیے غیر معمولی مشکل یا زحمت پیش آنے کا امکان ہو تو وہ سفر میں روزہ نہیں رکھے گا اور دوسرے دنوں میں اتنے دن روزے رکھ کر تعداد پوری کرلے گا۔لیکن اگر بغیر کسی مشکل کے آسانی کے ساتھ روزہ رکھ سکے تو روزہ رکھنا واجب ہوگا۔

عسر و ضرر کے بغیر وجوب اور عسر و ضرر کی صورت میں حرمت کے حکم کے درمیان حرج کی حالت ہے جس کا حکم اس آیت میں بیان ہوا ہے:

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ

ترجمہ: اور جن لوگوں کے لئے روزہ طاقت فرسا ہے ان پر فدیہ واجب ہے جو ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔(بقرہ:184)

اس آیت میں ان لوگوں کا حکم بیان کیا گیا ہے جو مسافر اور مریض نہیں ہیں لیکن ضعف اور کمزوری کی وجہ سے ان کی حالت یہ ہو کہ روزہ ان کے لیے طاقت فرسا ہو،یعنی اگر وہ روزہ رکھیں تو اس سے ان کو کوئی نقصان یا ضرر تو نہیں ہوتا لیکن ان کی ساری طاقت روزہ رکھنے پر صرف ہوجاتی ہے اور روزہ رکھنے کے نتیجہ میں وہ بالکل نڈھال اور ادھ موئے جیسے ہوجاتے ہیں۔ان لوگوں کو کہا جارہا ہے کہ یہ روزہ رکھنے کی بجائے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔آخر پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (بقرہ:184)

ترجمہ: اور جو کوئی سختی برداشت کرکے برضا و رغبت نیکی کرلے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔

اور اگر تم روزہ رکھ لو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اگر تم علم رکھتے ہو۔

سوال یہ ہے کہ یہ کن لوگوں سے کہا جارہا ہے کہ اگر تم روزہ رکھ لو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے؟ ظاہری بات ہے کہ آیت کے اس ٹکڑے میں ان مکلفین سے تو ہرگز خطاب نہیں ہے جو معمول کی صورت حال میں ہیں،یعنی مریض اور مسافر بھی نہیں ہیں اور اتنے کمزور اور ضعیف بھی نہیں ہیں کہ روزہ ان کے لیے طاقت فرسا ہو۔ان کا حکم تو واضح ہے کہ انہوں نے روزہ رکھنا ہی رکھنا ہے۔ان سے یہ کہنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ اگر تم روزہ رکھ لو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ان پر تو روزہ رکھنا واجب ہے۔

آیت کے اس حصہ میں ان لوگوں سے خطاب ہے جو مریض ہیں، یا مسافر ہیں یا ایسے ضعیف ہیں کہ روزہ ان کے لیے طاقت فرسا ہے۔آیت کے اس حصہ میں ان سے کہا جارہا ہے کہ مریض، مسافر اور بہت کمزور شخص کے لیے روزہ نہ رکھنے کی جو رعایت دی گئی ہے، اگر اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے وہ روزہ رکھ لیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔

یہ بات درست نہیں ہے کہ آیت کا یہ حصہ صرف ان لوگوں سے متعلق ہے جن کے لیے روزہ طاقت فرسا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے کہہ رہا ہے کہ روزہ کے طاقت فرسا ہونے کے باوجود اگر وہ روزے کے بدلے مسکین کو کھانا کھلانے کی بجائے روزہ رکھ لیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔آیت میں ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے جو اس حکم کو صرف ضعیف افراد کے ساتھ مختص کرتا ہو۔روزہ رکھنے کا حکم دینے کے بعد مریض، مسافر اور کمزور شخص کے لیے رعایت کا حکم بیان کیا گیا اور اس کے بعد یہ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے روزہ رکھ لو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔لہٰذا اس میں خطاب مریض، مسافر اور کمزور تینوں سے ہے۔

آخر پرروزہ سے متعلق آیات کا تفسیری ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔ گنتی کے چند دن، اور تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں سے کچھ دن روزے رکھ کر تعداد پوری کر لے۔ اور جن لوگوں کے لیے روزہ طاقت فرسا ہو (یعنی جو کمزور ہوں اور روزہ رکھ تو سکتے ہوں لیکن روزہ ان کی ساری طاقت نچوڑ لیتا ہو،) وہ (روزہ رکھنے کی بجائے ہر روزے کے بدلے) ایک مسکین کا کھانا فدیہ دے دیا کریں۔ اور (اس رعایت کے باوجود) جو کوئی (رعایت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے) خوشدلی سے نیکی کی مشقت برداشت کر لے، یہ اس کے حق میں بہتر ہے اور (بیماروں، مسافروں اور کمزوروں کو جو رعایت دی گئی ہے اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے) روزہ رکھ لینا تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تمہیں علم ہو۔ (183-184)

رہیں وہ روایات جو کسی قسم کے عسر وحرج اور تکلیف کے بغیر، آرام دہ اور پر سکون سفر میں بھی روزہ ترک کرنے کو واجب قرار دیتی ہیں تو ان روایات کو خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے ترک کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ اگر ان روایات پر عمل کیا جائے تو قرآن کی اس واضح ہدایت کو ترک کرنا پڑے گا۔ ظاہر سی بات ہے کہ ان روایات اور قرآنی ہدایت میں سے کسی ایک کو ترک کرنا پڑے تو روایات کو ترک کرنا قرآن کی واضح ہدایت کو ترک کرنے کی نسبت بہت آسان ہے۔ بالفرض ان روایات کو قبول کر بھی لیا جائے تو نماز قصر کی طرح سفر میں روزہ نہ رکھنے کا حکم بھی عام طور پر استعمال ہونے والے وسائل سفر کے ذریعے دن بھر کے سفر میں ہوگا جو دور حاضر میں ایک ہزار کلومیٹر سے زیادہ ہے۔

آخر پر ایک بار پھر سب مومنین ومومنات سے دست بستہ درخواست ہے کہ جن احباب کو ہمارے یہ معروضات معقول اور درست معلوم ہوں وہ ان کو اپنا لیں اور ان کے مطابق عمل کریں لیکن دوسروں کے ساتھ محاذ آرائی اور مخالفت کی صورت حال پیدا نہ کریں۔ اسی طرح جن احباب کے لیے ہمارے یہ معروضات قابل قبول نہ ہوں وہ بخوشی روایتی فتاویٰ کے مطابق عمل کرتے رہیں اور ان سے بھی گزارش ہے کہ ان احباب کے ساتھ کسی قسم کی محاذ آرائی اور مخالفت نہ کریں جو ان معروضات کو قبول کریں۔ ہم سب اپنے اپنے فہم کے مطابق قرآن وسنت کے احکامات پر عمل کرنے کے پابند ہیں اور ہم سب اللہ کو ہی جواب دہ ہیں۔ جو اپنے اور اللہ کے درمیان جس چیز کو صحیح سمجھتا ہے اس کے مطابق عمل کرے اور دوسروں کے ساتھ محاذ آرائی، مخالفت اور مخاصمت سے گریز کرے۔ تحمل اور برداشت کے ساتھ علمی اور فکری اختلاف کسی قوم کے فکری طور پر زندہ قوم ہونے کی نشانی ہوتا ہے۔

☆☆☆☆

والحمدللہ رب العالمین

والسلام علیکم ورحمت اللہ

محتاج دعا: ڈاکٹر سید نیاز محمد ہمدانی

28اپریل۔2019۔لاہور۔

syedniazm@yahoo.com

website: www.drhamadani.com

www.facebook.com/Dr.NiazMuhammadHamadani

youtube: ayatullah dr syed niaz muhammad hamadani